غالب کی ''ناموس'' اور ہمارا عجزِ فہم

حامد سعید اختر

Hamid Saeed Akhtar

P-174, Defence Phase-I, Lahore.

Abstract:

Mirza Asadullah Khan Ghalib remained eminent poet of Urdu. His peotry is not easy to understand in a single term as his words have a new world in background. In this article, it is critically described that the use of such words is also the peculiar quality of his poetry.

مرزا غالب کے اشعار کی ایک مسلم خوبی ان کے اشعار کا پہلودار ہونا ہے۔ غالب کا الفاظ کا چناؤ ایسا ہوتا ہے کہ ایک ایک لفظ کے متعدد معانی ہونے کے باعث ان کے اشعار کے بھی متعدد معانی ہو سکتے ہیں۔ لطف کی بات یہ کہ ایسے تمام مفاہیم قرین قیاس دکھائی دیتے ہیں اور کسی مفہوم کو بھی غلط نہیں کہا جا سکتا تاہم اگر الفاظ کے معانی کا تعین کرنے میں قاری سے غلطی سرزد ہو جائے تو مرادِ شاعر کے برعکس شعر کا مفہوم کچھ کا کچھ ہو جاتا ہے یا شعر کی سمجھ ہی نہیں آتی۔ اسی لئے غالب کا سطحی مطالعہ کرنے والے حضرات اپنے عجزِ فہم کا اعتراف کرنے کے بجائے غالب کے ہر شعر کو بڑی سہولت سے مغلق قرار دے دیتے ہیں۔ بقول ڈاکٹر فرمان فتح پوری:

> ''مرزا کے شعر میں استعمال ہونے والا لفظ عموماً گہرا اور سادہ نہیں بلکہ تہہ در تہہ اور طلسم افروز ہوتا ہے۔''(۱)

> ''شعر میں استعمال ہونے والا کوئی لفظ اس لئے بھی طلسماتی ہوتا ہے کہ وہ بہ اعتبار لغت اگرچہ معنی واحد کا نمائندہ ہوتا ہے لیکن جب یہی لفظ شعر میں جگہ پاتا ہے تو دوسرے الفاظ سے منسلک اور ہم آہنگ ہو کر معنی کے متعدد رنگوں کو جنم دیتا ہے۔ یہ سارے رنگ قاری یا سامع پر بیک وقت نہیں کھلتے بلکہ تادیر مطالعے میں رہنے کے بعد وقتاً فوقتاً بے نقاب ہوتے ہیں اور شاعر کی ذہنی و نفسی کیفیات کے مطابق اپنے معنوی منصب میں تبدیلی پیدا کر کے بلحاظ اثر و تاثیر کچھ سے کچھ ہو جاتے ہیں۔ ان کا یہی کچھ سے کچھ ہو جانا دراصل گنجینۂ معنی کا طلسم ہوتا ہے۔''(۲)

ڈاکٹر فرمان فتح پوری کی کتاب ''شرح و متن غزلیات غالب'' سے مندرجہ بالا طویل اقتباسات اسی نقطہ نظر کی تائید کرتے ہیں جس کا اظہار راقم اپنے سابقہ مضمون ''غالب فہمی کے تقاضے'' میں کر چکا ہے۔ ''صد شعر غالب'' پر روایت پرستوں کا سب سے بڑا اعتراض یہی ہے کہ کیا اتنے بڑے بڑے عالم اور نامی گرامی شارحین اتنی فاش غلطیاں کر سکتے تھے جن کی نشان دہی بزعم خویش عہد حاضر کے ایک غیر معروف اور شعبۂ علم و ادب سے غیر متعلق عسکری شخص نے کرنے کی جسارت کی ہے۔ راقم نے

اپنی کتاب کے دیباچے میں ان ہمالیائی اغلاط کے سرزد ہونے کی وجوہات بھی بیان کی تھیں یعنی کم کوشی، سہل انگاری، پہلے سے طے کردہ رائے (Preconceived opinion) الفاظ کے معانی متعین کرنے میں غلطی، لغت کے استعمال سے گریز اور بعض شارحین میں شعر فہمی کی فطری صلاحیت کا فقدان۔ (۳) تحقیق کا تقاضا ہے کہ شعر میں استعمال کردہ الفاظ کی درست تعبیر کی جائے تاکہ ہم مرادِ شاعر تک پہنچ پائیں۔ زیرِ نظر مضمون میں اسی ضمن میں غالب کے ایک شعر کی شرح مقصود ہے تاکہ قارئین خود فیصلہ کر سکیں کہ اگر کوئی غلطی ہوئی ہے تو اُس کی بنیاد کیا ہے، اس کی نوعیت کیا ہے، وہ کیسے سرزد ہوئی اور اس کی تصحیح کے بعد شعر کا درست مفہوم کیا بنتا ہے۔ منتخب کردہ شعر درج ذیل ہے:

شب کہ وہ مجلس فروزِ خلوت ناموس تھا
رشتہ ہر شمع ، خار ِکسوت فانوس تھا

اس شعر میں متعدد الفاظ اور تراکیب تشریح طلب ہیں:

(الف) رشتۂ شمع: موم بتی کا مرکزی دھاگہ جس سے موم بتی جلتی ہے۔

(ب) ِکسوت فانوس: فانوس کے گرد چڑھایا جانے والا ایک باریک کپڑا مجازاً شمع کا لباس۔

(ج) خارِ کسوت: خارِ پیراہن، لباس میں کانٹے کی موجودگی جو چبھن کے باعث بے چینی کا موجب بنتی ہے۔

(د) ناموس: اس شعر میں سب سے معنی خیز لفظ ''ناموس'' ہے۔ تمام شارحین نے بلا استثنا اس شعر میں ناموس سے مراد شرم و حیا، عصمت و حرمت، عزت و حرمت، عفت و حیا، عصمت و عفت مراد لیتے ہوئے شرح بیان کی ہے لہٰذا دونوں مصرعوں میں ان معنوں سے شعری ربط پیدا نہیں ہوتا اور قاری مرادِ شاعر تک رسائی سے قاصر رہتا ہے۔ نظم حیدر طباطبائی اور ناصر الدین ناصر نے ''راز'' کا ذکر ضرور کیا ہے لیکن شرح کی بنیاد 'عفت و عصمت' پر ہی رکھی ہے۔ مختلف شارحین کے ناموس کے بیان کردہ مطالب ملاحظہ کیجیے:

(۱)	نیاز فتح پوری:	خلوتِ شرم و حیا
(۲)	سعید الدین احمد اور فرمان فتح پوری	عصمت و حیا
(۳)	آغا محمد باقر	شرم و حیا، عصمت
(۴)	یوسف سلیم چشتی	شبستان شرم و حیا
(۵)	غلام رسول مہر	عزت و حرمت اور شرم و حیا
(۶)	ناصر الدین ناصر	خلوتِ عفت و حیا، بزم راز
(۷)	حسرت موہانی	عصمت و عفت کی محفل
(۸)	نظم حیدر طباطبائی	عصمت و راز

ناموس عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مادہ ن م س (نمس) اور جمع نوامیس ہے۔ (۳) فرہنگ عمید کے مطابق ''ناموس'' یونانی سے ماخوذ کیا گیا معرب لفظ ہے اور اس کے معانی (شرف، عفت اور عصمت کے علاوہ) راز اور سر (پوشیدہ و خفیہ بات) کے بھی ہیں۔ (۴) راز دان اور بھیدی کو بھی ناموس کہتے ہیں اور ناموس اکبر جبرائیلؑ کا لقب بھی ہے لہٰذا معتمد پیغام بر اور محرم راز کو بھی ناموس کہا جاتا ہے۔ خاص پیغام اور راز کی بات کو بھی ناموس کہتے ہیں۔ عربی کی معروف لغت ''لسان العرب'' اور المنجد کے

مطابق بھی ''ناموس'' کے اکیس سے زائد معانی ہیں۔(۴) اِن میں سے زیر بحث شعر سے مناسبت رکھنے والے معانی راز کی بات، راز دان، محرم راز، بھید چھپانا، معتمد پیغام بر سرگوشی کرنا اور خفیہ پیغام وغیرہ ہو سکتے ہیں۔ جب آپؐ پر پہلی وحی اتری تھی تو آپؐ خوف زدہ ہو گئے تھے اور سیدہ خدیجہؓ کو تمام ماجرا سناتے ہوئے کہا تھا کہ مجھے چادر اوڑھا دو۔ سیدہ خدیجہؓ آپؐ کو اپنے چچیرے بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں جو اپنے عہد کے نصرانی عالم تھے۔ انہوں نے پوری سرگزشت سننے کے بعد آپؐ کو کہا تھا کہ ''یہ تو وہی ناموس ہے جو موسیٰؑ پر اترا تھا۔(۵) علمائے دین کی متفقہ رائے ہے کہ اِس جملے میں ناموس سے ورقہ بن نوفل کی مراد جبرائیلؑ تھے یعنی معتمد پیغام بر اور محرم راز۔

تمام شارحین کرام نے ناموس سے شرم وحیا اور عصمت وحرمت مراد لیتے ہوئے اس شعر کی جو شروح بیان کی ہیں ان میں ایک امر تو مشترک ہے کہ شمع اس طرح بے چین تھی گویا اُس کے لباس (کسوت فانوس) میں کوئی کانٹا ہو۔ تاہم اس بات میں اختلاف ہے کہ شمع کے لئے کون سی بات مثل خار چبھن کا باعث بنی ہوئی تھی۔ اِس کا تعین کرنے کے لئے چند شروح کا تقابلی جائزہ لینا مناسب رہے گا۔

۱۔ سعید الدین احمد: ''رات جب معشوق عصمت وحرمت کی محفل خلوت میں بزم افروز تھا اُس وقت شمع اُس کے دیدار سے بے چین تھی گویا اُس کا رشتہ اُس کے واسطے خار پیراہن ہو گیا تھا۔(۶) شارح نے بے چینی کی وجہ بیان نہیں کی۔ بظاہر شارح کے نزدیک شمع حسد یا رشک کے مارے بے چین تھی۔

۲۔ یوسف سلیم چشتی: ''رات جب محبوب اپنی خلوت گاہِ ناز میں جلوہ افروز تھا تو وہ کیفیت اِس قدر دلکش اور جاذب نظر تھی کہ شمع کو اُس پر رشک آ رہا تھا اور اُس کا تاگا اُس کے حق میں خار پیراہن بنا ہوا تھا۔(۷)

چشتی صاحب نے بھی رشک کا ذکر تو کر دیا لیکن بے چینی کی حقیقی وجہ نہیں بتائی اور نہ ہی یہ کہ شمع اُس بے چینی کو کیونکر رفع کرنا چاہتی تھی۔

۳۔ فرمان فتحپوری: ''رات کو جب معشوق اپنی عصمت و پاکدامنی کی خلوت گاہ میں محفل سجائے ہوئے تھا، شمع اُس کے دیدار کے لئے ایسی بے تاب و بے قرار ہو رہی تھی...... کانٹے سے جس قسم کی چبھن ہوتی ہے ویسی ہی چبھن اشتیاق دید کے سبب شمع محسوس کر رہی تھی اور اُس کا تاگا اُس کے لئے خار پیراہن ہو گیا تھا۔(۸) ڈاکٹر فرمان فتحپوری صاحب نے کم از کم شمع کی بے چینی کا سبب قاری کو بتا دیا ہے یعنی اشتیاق دید۔

۴۔ نیاز فتحپوری: ''رات کی خلوتِ شرم وحیا میں جب وہ جلوہ افروز ہوا تو ہر شمع خار در پیراہن (مضطرب) نظر آنے لگی کیونکہ اُس (محبوب) کی خلوت ناموس اس کی مقتضی نہ تھی کہ وہاں شمع کا وجود بھی پایا جائے۔(۹) نیاز فتحپوری نے شمع کی بے چینی کا باعث ''خلوت شرم وحیا'' میں اپنی موجودگی کو قرار دیا ہے۔ تاہم اگر یہ ایسی ہی ''شرم وحیا کی خلوت'' تھی تو بے چین تو پیکر شرم وحیا محبوب کو شمع کی موجودگی سے ہونا چاہئے تھا نہ کہ شمع کو؟ مزید یہ کہ شاعر نے ہر شمع کو بے چین قرار دیا ہے۔ کیا تمام شمعیں بیک وقت اس محفل میں اپنی موجودگی پر ندامت میں مبتلا تھیں؟ خطاوار تو خود محبوب تھا جس نے اپنی خلوت میں اتنی شمعوں کو دراندازی کا موقع فراہم کیا۔ شمعیں از خود تو دراندازی کی مرتکب نہیں ہوئی تھیں کہ انہیں ندامت ہوتی۔ سچ تو یہ ہے کہ بات کچھ بنی نہیں۔

۵۔ آغا محمد باقر: محبوب محفل راز میں بزم افروز تھا تو اُس کے سامنے شمعیں اس قدر بے چین تھیں کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان

کے تاگے (بتیاں) کسوت ناموس میں خار پیراہن کی طرح چبھ رہے ہیں۔ گویا محفل ناموس میں شمع کی موجودگی ناموس کے منافی تھی اس لئے وہ خود بے چین ہوئی جاتی تھی۔ (۱۰) یہ شرح بھی سراسر نیاز فتح پوری والی شرح ہے اور اس پر ہمارے مشاہدات بھی وہی ہیں۔

۶۔ غلام رسول مہر: ''رات میرا محبوب عزت وحرمت اور شرم وحیا کی تنہائی میں بیٹھا ہوا تھا اور پوری خلوت حسن و جمال کے جلووں سے جگمگا رہی تھی۔ ہر طرف شمعیں روشن تھیں اور محبوب کی جلوہ آرائیاں دیکھ کر ندامت سے پانی پانی ہو رہی تھیں...... مراد یہ ہے کہ محبوب کی بزم خلوت میں شرم وحیا کا یہ عالم تھا کہ شمعیں پگھلی جارہی تھیں اور فانوسوں کی بیقراری کا یہ عالم تھا جیسے ان کے لباس میں کانٹے خلش کا سامان بن گئے''۔ (۱۱) مولانا مہر کا ذہن یہ شرح بیان کرتے ہوئے واضح طور پر منقسم دکھائی دیتا ہے۔ ایک جانب تو وہ محبوب کے حُسن کے سامنے شمعوں کی ماندگی اور ندامت کا ذکر کرتے ہیں اور ساتھ ہی شرم وحیا کی محفل میں شمعوں کے پگھلنے کی کیفیت بیان کرتے ہیں۔ دوسری جانب وہ فانوسوں کی خلش اور بیقراری کا تذکرہ چھیڑ دیتے ہیں حالانکہ غالب نے شمع کی بے چینی اور بیقراری کا مضمون باندھا ہے نہ کہ کسوت فانوس کی بے چینی کا کیونکہ کسوت فانوس درحقیقت شمع ہی کا لباس ہے۔

۷۔ نظم حیدر طباطبائی: ''ناموس عصمت وراز اور لباس میں خار کا رہ جانا باعث بے چین ہونے کا ہے۔ غرض یہ کہ اُس کے سامنے شمع بے چین ہوئی جارہی تھی گویا اُس کے لباس میں خار تھا۔ (۱۲) طباطبائی نے بھی خار کی چبھن کو بے چینی کا باعث قرار دیا ہے جو کہ سامنے کی بات ہے۔ ظاہر ہے کہ شمع کے لباس میں درحقیقت تو کوئی خار نہ تھا لہٰذا شمع کی بے چینی کی اصل وجہ بیان کرنا ناگزیر تھا۔ لیکن طباطبائی نے محض ناموسِ عصمت وراز کہہ کر بات ختم کردی اور شمع کی بے چینی کی اصل وجہ پر اظہارِ خیال ہی نہیں کیا۔

۸۔ ناصر الدین ناصر: ''رات ہمارا معشوق خلوت عفت میں جلوہ افروز تھا...... تو دوسری ہر شمع کا نور ماند پڑ گیا تھا اور یہ چیز بجائے خود شمع ہائے خلوت کدہ کے لئے باعث خلش واضطراب ہوگئی تھی۔ مقصود یہ ہے کہ اُس ایک شمع حُسن کے سامنے محفل کی ہر شمع ماند پڑ جاتی ہے''۔ (۱۳) ناصر الدین ناصر نے بھی شمع کے رشک وحسد کو اس کی بے چینی کی وجہ قرار دیا ہے۔

۹۔ شمس الرحمٰن فاروقی: فاروقی صاحب نے معروف شارحین کی شروح کو یکجا کر کے ان کا تقابلی جائزہ لیا ہے۔ انہوں نے حسرت موہانی اور بیخود دہلوی کی شرحوں کو دلائل کی کسوٹی پر پرکھ کر مسترد کر دیا ہے۔ انہوں نے دو باتیں بہت پتے کی کی ہیں۔ پہلی یہ کہ جب تک فانوس کی کسوت (لباس) میں شمع کی بتی (رشتہ) کے خار بن کر چبھنے کی کوئی دلیل پیدا نہ کی جائے شرح نامکمل رہتی ہے''۔

راقم نے بھی چشتی، نیاز فتح پوری، مولانا مہر، آغا محمد باقر اور طباطبائی کی شروح کو اسی بنا پر درست قرار نہیں دیا کہ ان فاضل شارحین نے شمع کی بے چینی کو کوئی قابل قبول وجہ بیان نہیں کی۔

فاروقی صاحب نے شمع کی بے چینی کی تین وجوہات بیان کی ہیں۔ اول محبوب کے مقابلے میں شمع کی چمک دمک کا ماند پڑ جانا اور اپنی مجلس فروزی کو کم تر دیکھتے ہوئے رشک کے مارے بے چین ہو جانا۔ دوم، چونکہ محبوب بے پردہ جلوت افروز تھا لہٰذا شمع بھی کسوتِ فانوس کا پردہ ہٹا کر دوبدو محبوب کے حسن کا مقابلہ کرنے کیلئے بے چین تھی اور سوم، شمع کسوت فانوس کا پردہ ہٹا کر براہِ راست جلوۂ محبوب کی زیارت کرنے کیلئے بے چین تھی۔

فاروقی صاحب کی بیان کردہ وجوہات میں سے پہلی دلیل کسی ایک شمع کے حق میں دکھائی دیتی ہے جبکہ شاعر نے ''رشتۂ ہر شمع'' کا ذکر کیا ہے۔ اگر ہم تمام شمعوں کے حق میں رشک یا حسد کی دلیل دیں تو پھر یہ دلیل اس سے اگلی دلیل میں ضم ہوتی دکھائی دیتی ہے کہ ہر شمع درمیان میں حائل کسوت کا پردہ ہٹا کر دو بدو محبوب کے حسن کا مقابلہ کرنے کو بے چین تھی۔ اس استدلال کی رُو سے فاروقی صاحب کی بیان کردہ پہلی وجہ کو نظر انداز کیا جا سکتا ہے۔

دوسری وجہ اِس لحاظ سے محض نظری ہے کہ دو چار یا دس بیس شمعوں کا بیک وقت ماند پڑ کر حسد میں مبتلا ہونا اور کسوتِ فانوس ہٹا کر (بے پردہ ہو کر) دو بدو محبوب کے حسن کا مقابلہ کرنے کو بے چین ہو جانا ایک نا قابلِ عمل تصور ہے کیونکہ تمام شمعیں مل کر بھی اپنے انفرادی حسن کو نہ تو یکجا کر سکتی ہیں نہ ہی ان کے یکجا ہونے سے ان کے حسن میں اضافہ ہو سکتا ہے کہ اجتماعی طور پر محبوب کے حسن کا مقابلہ کر سکیں۔

لیکن اگر کوئی صاحب دوسری وجہ کو بھی درست گردانتے ہیں تو اس میں کوئی اتنی قباحت بھی نہیں۔ تاہم درحقیقت شمع (شمعوں) کی بے چینی کی واحد قابلِ قبول وجہ ایک ہی ہے کہ وہ محبوب کے حسن و جمال کو کسوت فانوس کے پردے کی اوٹ سے نہیں بلکہ براہِ راست دیکھنے کو بے قرار ہیں لہٰذا درمیان میں حائل کسوت کا پردہ انہیں یوں بے چین کیے ہوئے ہے گویا ان کے لباس میں موجود کسی کانٹے نے انہیں بے چین کر رکھا ہو۔ انہیں سکون تب ہی ملے گا جب وہ کسوت کو اتار پھینکیں گی اور محبوب کو براہِ راست دیکھ سکیں گی۔ غالب کا تخلیق کردہ یہ منظر شاعرانہ مبالغے کی انتہا ہے اور یہی اغراق غالب کی ایک خاص صفت ہے۔

اب آخر میں اُس نکتے کی وضاحت ضروری ہے جس نے راقم کو یہ مضمون لکھنے پر مائل کیا۔ اوپر والی سطور میں شمس الرحمٰن فاروقی کی جانب سے ''دو پتے کی باتوں'' کا ذکر کیا گیا تھا۔ ایک بات تو پیرا ۹ میں بیان کی جا چکی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ فاروقی صاحب نے اپنے دلائل دینے کے بعد ایک دلچسپ جملہ تحریر کیا ہے۔ فرماتے ہیں:

> ''اِس شرح کی روشنی میں شعر کا ہر مقدمہ دلیل سے مستحکم نظر آتا ہے اور اس کے سارے پیکر
> باہم دست و گریباں ثابت ہوتے ہیں صرف لفظ ''ناموس'' بھرپور کام نہیں کر رہا ہے لیکن
> اِس کے لئے نوجوان شاعر (مرزا غالب) شاید قابلِ معافی ہے۔'' (۱۴)

قارئین آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ فاروقی صاحب نے نوجوان شاعر (غالب) کی غلطی کی نشاندہی بھی کر دی اور پھر انتہائی فراخدلی سے اُسے معاف بھی کر دیا! حضور غالب نے اپنے استعمال کردہ الفاظ کو ''گنجینۂ معنی کا طلسم'' یونہی تو قرار نہیں دیا تھا۔ راقم نے زیرِ نظر مضمون کے ابتدائی حصے ہی میں ''ناموس'' کے متعدد معانی کا ذکر کیا تھا۔ زیرِ بحث شعر میں ناموس سے مراد روزمرہ کے عام الفاظ شرم و حیا، عصمت و حرمت، عزت و حرمت اور عفت و حیا ہرگز نہیں۔ یہاں ناموس کا مطلب راز، خفیہ بات، محرمِ راز اور راز دان وغیرہ ہو سکتا ہے۔ اپنے ذخیرہ الفاظ پر بے جا زعم رکھنے اور لغت سے گریز کے باعث ہی اتنے نامی گرامی علماء اور شارحین نے بُری طرح ٹھوکر کھائی ہے۔ راقم نے اپنی تصنیف ''صد شعرِ غالب'' میں اسی طرح کے سو اشعار کو شامل کیا ہے جہاں شارحین نے الفاظ کے معانی کے تعین میں غلطی کر کے شعروں کا مفہوم کچھ کا کچھ کر دیا ہے۔

اب ناموس کا مطلب ''راز'' متعین کرتے ہوئے شعر کی درست بامحاورہ شرح یوں ہوگی:

کل شب جب محبوب تخلیئے میں منعقد ہونے والی راز و نیاز کی محفل میں جلوہ افروز تھا تو اس کے حسنِ تاباں سے محفل جگمگا رہی تھی۔ ایسے میں ہر شمع محبوب کو براہ راست دیکھنے کے لئے بے چین ہو گئی۔ تاہم درمیان میں حائل فانوس کے پردے کی

وجہ سے ہر شمع بے چینی سے یوں کسمسا رہی تھی گویا بتی کا دھاگہ مثل خار اُس کے لباس میں کھٹک رہا ہو۔اس خلش سے نجات پانے کیلئے وہ بے قرار تھی کہ فانوس کا غلاف اتار پھینکے تا کہ وہ محبوب کے حسن و جمال کا نظارہ راستے میں حائل پردے کے بغیر براہ راست کر سکے۔

قارئین نے اس شعر کی شرح سے عملی طور پر دیکھ لیا ہوگا کہ الفاظ کے گنجینۂ معنی سے گوہر مقصود کو پانے کیلئے وافر ذخیرہ الفاظ اور لغت پر مضبوط گرفت کی کتنی اہمیت ہے۔اگر آپ نے الفاظ کے معانی کا تعین سطحی اور سرسری طور پر کیا تو آپ کبھی بھی شعر کے درست مفہوم تک نہیں پہنچ پائیں گے۔کلام غالب کا ذوق رکھنے والوں کیلئے کم کوشی اور سہل انگاری کی کوئی گنجائش نہیں۔

حوالہ جات

۱۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر،شرح ومتن غزلیات غالب، لاہور:بیکن بکس،ص:۱۱-۱۰

۲۔ ایضاً،ص:۱۲

۳۔ حامد سعید اختر،صد شعرِ غالب، لاہور:فیروز سنز لمیٹڈ،ص:xv-xvi

۴۔ (الف) ایف سٹین گس،عربی انگلش ڈکشنری، لاہور:سنگِ میل پبلی کیشنز،ص:۱۰۹۴

(ب) عبدالحفیظ بلیاوی، مولانا،مصباح اللغات، لاہور: مکتبہ اخوت،ص:۹۱۱

(ج) عربی لغت المنجد، کراچی: دارالاشاعت،ص۱۰۵۱-۱۰۵۰

(د) حسن عمید، فارسی لغت فرہنگ عمید، تہران: اشارات امیر کبیر،ص:۲۳۷۶

(ہ) احمد دہلوی، سید،فرہنگ آصفیہ، جلد چہارم، لاہور: الفیصل پبلشرز،ص:۳۱۸۰

ابن منظور،لسان العرب، بیروت: دارالاحیا ثراث العربی، ۱۹۸۸ء

۵۔ صفی الرحمٰن مبارکپوری، مولانا، الرحیق المختوم، لاہور: المکتبۃ السّلفیہ،ص:۹۸

۶۔ سعید الدین احمد،مطالبِ غالب، لاہور: پبلشرز یونائیٹڈ لمیٹڈ،ص:۱۱۶

۷۔ یوسف سلیم چشتی، پروفیسر،شرح دیوانِ غالب، لاہور: مکتبہ تعمیر انسانیت،ص:۱۰۹۸

۸۔ فرمان فتح پوری، ڈاکٹر،شرح ومتن غزلیات غالب، لاہور:بیکن بکس،ص:۹۸

۹۔ نیاز فتح پوری، مشکلات غالب، کراچی: نگار پاکستان،ص:۱۴۹

۱۰۔ محمد باقر، آغا،بیان غالب، لاہور: مکتبہ عالیہ،ص:۱۱۴

۱۱۔ غلام رسول مہر،نوائے سروش، لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز،ص:۱۴۹

۱۲۔ نظم حیدر طباطبائی، سید،شرح دیوان غالب، لاہور: گنج شکر پریس، ۲۰۱۸ء،ص:۴۴

۱۳۔ ناصرالدین ناصر، دبستان غالب، لاہور: رائے اے پبلی کیشنز،ص:۳۱۷

۱۴۔ شمس الرحمٰن فاروقی،تفہیم غالب، نئی دہلی: غالب انسٹی ٹیوٹ،ص:۵۶-۵۳

☆......☆......☆